برصغیر میں معارفِ ابنِ تیمیہ کے اثرات

(تاریخِ مسلمانانِ ہند کے تناظر میں)

محمود احمد *

ABSTRACT:

"Early signs of ibn e Taimiyya's Thoughts in sub-continent" (A historical study of Muslim's rule period). Ibn e Taimiyya (661-728/1263-1327) is one of the most dynamic and seminal personalities in the history of Islam, he struggled hard to revive Muslim society through inward animation and re-interpretation of its values in the light of a new spirit of ijtihad (interpretation of law) based on direct recourse to the Qur'an and the Sunnah of the Prophet. He was born five years after Hulaku's sack of Baghdad and was in his teens when the Mongol storm inundated the astern world of Islam He struggled hard to turn the tide. Mongol tribes were converting to Islam Much of this had been due to the efforts of Ibn Taimiyya. He came to be hailed as the mujaddid of his age. His thought influenced not only his contemporaries in the Muslim heartlands but reached far beyond.

Circumstantial evidence shows that even during the early phase of Ibn eTaimiyya's career, India did not remain ignorant of the religious trends initiated by him During the time of Ibn eTaimiyya's struggle against the Mongols, Balban (1266-1287), 'Ala' al-Din Khilji (1296-1316) and Muhammad bin Tughluq (1325-1351) were on the throne of Delhi and all of them were carrying on a determined struggle against the Mongols.

Maulana Shams al-Dln ibn al-Hariri came to Multan in the period of Ala' al-Din Khilji who was impressed by Ibn Taimiyya's views. Shaikh Abd al-'Aziz Ardbaili, a pupil of the Shaikh al-Islam Ibn Taimiyya, visited the court of the Sultan Muhammad bin Tughluq. There is direct evidence of Muhammad bin Tughluq's admiration for Ibn Taimiyya's ideas; and indirect, circumstantial evidence of the impact of those ideas on others. This article is a brief study of early signs of Ibn Taimiyya's thoughts in sub continent, it will be a gateway for the researchers of Islamic Indo-Pak history.

Keywords: Ibn e Taimiyya, influence, thoughts, early signs, sub-continent.

امام شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم (۶۶۱ھ ۔ ۷۲۸ھ/۱۲۶۳ء ۔ ۱۳۲۷ء)، جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے معروف ہیں عظیم مجدّ دِ اسلام تھے، ان میں مجدد کی تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں، انھوں نے اپنے عظیم کارناموں اور کار اصلاح وتجدید کی بناء پر مصلح ومجدد کا لقب پایا۔ امام ابن تیمیہؒ کو ان کے فضل وکمال علم کی بناء پر مجتہد مطلق اور عظیم مجدد قرار دیا

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر؛ شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

برقی پتا: professorgcu@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۵/۴/۲۳ء

گیا۔ان کی مجددیتِ دین کا اندازہ ان کی شہرہ آفاق تصانیف کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔انھوں نے ایسی وقیع اور شاندار کتب تصنیف کیں کہ جس کسی کو استفادہ کا موقع ملا وہ انہی کا ہو کر رہ گیا۔ان کے قریباً تمام ہم عصر اور مابعد علماء نے ان کے مجدد ہونے کی صراحت کی اور ان کے وسعتِ علمی کو تسلیم کیا اور اس بحر زخار کو بہت سی عبقری و مجدد شخصیات نے بھی مجدد و مصلح عظیم کے القاب سے نوازا۔ان کی مساعی جمیلہ کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، انھوں نے مختلف جہات و میادین میں اصلاح وتجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کا خوب خوب قلع قمع کیا۔چونکہ آپ کی فکر ہمہ جہت تھی اسی وجہ سے ان کی فکر ان کی زندگی ہی میں دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئی اور برصغیر میں بھی آپ کی فکر نفوذ پذیر ہوئی اور یہاں کے عبقری علماء و مصلحین نے اس فکر سے بہت فائدہ اٹھایا اور یہاں کے فساد و بگاڑ کی خوب اصلاح کی۔

امام ابنِ تیمیہؒ کے منہجِ اصلاح و تجدید کے اُصول و مبادی کا تفصیلی جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ منہج بڑا جامع اور ٹھوس ہونے کی بنا پر ممتاز خصوصیات کا حامل ہے۔اور انہی خصوصیات کی وجہ سے اپنے اندر ایسا جوہر رکھتا ہے جو اسے جاذب اور پر تاثیر بناتا ہے۔یہ ایسی مضبوط فکر ہے جس نے دنیائے اسلام کے بہت سے خطوں کو متاثر کیا اور ان میں گہرے اثرات مرتب کیے۔ابن تیمیہ کے افکار ونظریات ان کی زندگی ہی میں مختلف بلادِ اسلامیہ میں پھیل چکے تھے۔

برصغیر پاک وہند میں بھی اس فکر کا نفوذ ہوا۔ابن تیمیہ کے معترفین اور تلامذہ کی برصغیر آمد کی وجہ سے ان کے افکار کو پھیلنے کا موقع ملا۔عہد علاؤالدین خلجی (۶۹۵ھ۔۷۱۵ھ/ ۱۲۹۶ء۔۱۳۱۶ء) میں امام ابنِ تیمیہؒ کے مداح مولانا شمس الدین ابن الحریری کی ملتان آمد اور محمد بن تغلق (۷۲۵ھ۔۷۵۲ھ/۱۳۲۵ء۔۱۳۵۱ء) کے عہد میں ابن تیمیہؒ کے تلامذہ کی آمد کی وجہ سے فکر ابن تیمیہ کے اولین نقوش ثبت ہوئے یہاں افکار و معارف ابن تیمیہ کا ورود ہوا۔برصغیر میں معارف وفکر ابن تیمیہ کے ورود کو بیان کرنے سے پہلے اس عہد کی سیاسی و مذہبی حالت کا سرسری جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون سے حالات میں فکر ابن تیمیہ کا ورود ہوا۔

عہد ابن تیمیہ میں برصغیر کی مذہبی و سیاسی حالت:

ابن تیمیہ کی ولادت (۶۶۱ھ/۱۲۶۳ء) کے وقت برصغیر پر سلطان ناصر الدین محمود (۶۴۴ھ۔۶۶۴ھ/ ۱۲۴۶ء۔۱۲۶۶ء) بادشاہ تھا۔وہ انتہائی سیدھا اور نیک بادشاہ تھا۔امورِ سلطنت میں زیادہ دلچسپی نہ لیتا تھا بلکہ اس نے حکومت کا سارا انتظام وانصرام اپنے وزیر اعظم غیاث الدین بلبن کو سونپ رکھا تھا۔ناصر الدین کے انتقال کے بعد غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ۔۶۸۶ھ/۱۲۶۶ء۔۱۲۸۶ء) باقاعدہ تخت نشیں ہوا۔لہٰذا ناصر الدین محمود کے دور کو بھی فی الحقیقت بلبن کا دور ہی کہنا چاہیے کیونکہ حکومت کا تمام تر انتظام و انصرام اسی کے ہاتھ میں تھا۔اسی عہد کے دوران (۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء) میں تاتاریوں نے بغداد کو تباہ کیا۔وہ ہندوستان پر بھی نظریں جمائے بیٹھے تھے،لیکن غیاث الدین بلبن نے فوج کی بہت اچھی طرح تنظیم کی ہوئی تھی جس کی وجہ سے تاتاری ہندوستان پر حملہ کرنے سے باز رہے۔بلبن ایک متدین اور منصف مزاج

شخص تھا۔ وہ باقاعدگی سے نماز پڑھتا، تہجد ادا کرتا اور ہمیشہ باوضو رہتا تھا(۱)۔ لیکن امورِ سلطنت میں وہ علما کے مشورے نہ مانتا اگرچہ وہ علما وفضلا کا قدردان تھا(۲)۔ بغداد کی تباہی کے زمانے میں بے شمار علما وفضلا، وزراء اور شہزادے جان بچا کر ہندوستان آئے، بلبن نے نہ صرف ان کا احترام کیا بلکہ ان کی آمد کی یادگار میں مختلف محلے آباد کیے۔(۳)

بلبن کی وفات کے بعد اس کا پوتا معزالدین کیقباد (۶۸۶ھ۔۶۸۹ھ/۱۲۸۷ء۔۱۲۹۰ء) سترہ سال کی عمر میں برسرِاقتدار آیا۔ وہ اخلاق وعادات میں بلبن کے برعکس تھا۔ عیش وعشرت اور ہواپرستی میں غرق رہتا۔ اس کے زمانے میں شراب نوشی علانیہ ہونے لگی۔ وہ سماجی ٹھہراؤ جو بلبن کے عہد میں قائم ہوا تھا، درہم برہم ہو کر رہ گیا(۴)۔ کیقباد نے دربار کا ماحول ایسا کر دیا کہ اس میں مذہبی فرائض کی ادائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سلطان نے نماز، روزہ ترک کر دیا اور علماء سوء نے اسے اس کی اجازت بھی دے دی۔ اس کا انتقال بڑے حسرت ناک حالات میں ہوا۔ مسلسل شراب نوشی اور عیاشی نے اس کے قوائے عملی پر ایسا ضعف طاری کیا کہ وہ بالآخر شل ہو کر رہ گئے۔ اور درباریوں کے رحم وکرم پر اپنی زندگی کے آخری دن گزارنے لگا۔ اس طرح اس کا انتقال ہوا۔(۵)

اس کے بعد جلال الدین خلجی (۶۸۹ھ۔۶۹۵ھ/۱۲۹۰ء۔۱۲۹۶ء) تخت نشین ہوا۔ جلال الدین نماز روزے کا بے حد پابند تھا۔ اس میں احترامِ شرع کا جذبہ بہت گہرا تھا۔ اس نے سال ہا سال تک تاتاریوں کے خلاف برسرِپیکار رہنے کی وجہ سے اپنا لقب ''مجاہد فی سبیل اللہ'' رکھا(۶)۔ وہ اپنے مخالفین کو سزا نہ دیتا بلکہ کہا کرتا تھا کہ اگر بادشاہی قتل وغارت گری اور مخالفین کو قتل وقید کرنے کا نام ہے تو میں ایسا بادشاہ نہیں۔ میں پیغمبر اسلام کی شریعت کے خلاف ایک کام بھی نہیں کر سکتا۔(۷)

جلال الدین خلجی نے اپنی ایک طویل تقریر میں اپنے سیاسی ودینی رجحانات کی وضاحت کی ہے۔ یہاں خاص خاص نکات بیان کیے جاتے ہیں:

- میں کوشش کرتا ہوں کہ پیغمبروں کی پیروی کروں کیوں کہ نیک وبد چیز کا خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا۔
- اقتدار کی خاطر لوگوں کو قتل وظلم کا نشانہ بنانے سے انسان اسلام کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔
- سلطان محمود غزنوی کے تمام ملک میں ایک بھی لامذہب یا بے دین نہ تھا اور اس سلطان کی وجہ سے شعائرِ اسلام عام ہوئے اور بت پرستی کا خاتمہ ہوا۔
- ہر روز ہندو جو کہ اللہ ورسول کے سخت ترین دشمن ہیں، باجے بجاتے ہوئے میرے محل کے نیچے سے گزر کر دریائے جمنا کے کنارے بت پرستی کرتے اور احکامِ شرک وکفر کو ہماری نظروں کے سامنے رواج دیتے ہیں لیکن ہمیں یہ طاقت نہیں کہ ان کو روک سکیں۔
- ہماری دین پروری اور دین پناہی تو جمعہ کے دن منبروں پر اپنے نام کے خطبے پڑھوانے تک محدود ہے جسے خطیب ''حامی الاسلام'' کے نام سے پکارتے ہیں۔(۸)

بادشاہ کے اس خطاب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف امور شریعت کا احترام کرنے والا تھا بلکہ اپنے آپ کو سابقہ عظیم مسلم سلاطین وحکام کی نسبت کمزور اور نام نہاد مسلمان تصور کرتا تھا، کیونکہ اس کے نزدیک ''دین'' دراصل شعائرِ اسلام کا مکمل احترام اور احکام شریعت کو خالص انداز میں نافذ کرنے کا نام تھا اور اس کی یہ سوچ حوصلہ افزا تھی۔

عہد علائی اور مولانا شمس الدین ترک کی آمد:

جب امام ابنِ تیمیہؒ دمشق، بغداد اور مصر اور اس کے گرد ونواح میں اصلاحی وتجدیدی مساعی میں مشغول تھے، تب برصغیر پر سلطان علاؤالدین خلجی (۶۹۵ھ۔۷۱۵ھ/۱۲۹۶ء۔۱۳۱۶ء) کی حکومت تھی، علاؤالدین خلجی اگرچہ اچھا منتظم تھا لیکن اس کی اخلاقی و مذہبی حالت بہتر نہیں تھی۔ اس کے عہد حکومت میں (۷۰۸ھ) میں ایک مشہور مصری محدث اور عالم مولانا شمس الدین ترک (۹) ہندوستان آئے، ان کے ساتھ حدیث کی چار سو کتابیں تھیں۔ وہ ملتان پہنچے اور شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے پوتے شیخ شمس الدین فضل اللہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ سلطان نماز کا پابند نہیں اور جمعہ کے لیے بھی حاضر نہیں ہوتا۔ یہ سنتے ہی انھوں نے دہلی کا ارادہ ترک کر دیا، دینی معاملات میں سلطان کی غفلت و بے راہروی کا حال سن کر اس کے پاس اشاعتِ علم حدیث کی ضرورت واہمیت پر ایک رسالہ (کتاب) لکھ کر دہلی بھیجا اور خود یہاں ملتان سے واپس چلے گئے۔(۱۰)

مولانا نے ایک خط بزبان فارسی لکھوا کر سلطان کے پاس بھیجا جس میں لکھا تھا کہ:

(ترجمہ): ''میں مصر سے بادشاہ اور شہر دہلی کا ارادہ کر کے آیا تھا اور مقصد یہ تھا کہ میں خدا اور رسول کے لیے دہلی میں علم حدیث کا درس جاری کروں اور مسلمانوں کو بددیانت فقیہوں کی روایت پر عمل کرنے سے نجات دلاؤں، لیکن جب میں نے سنا کہ بادشاہ نماز نہیں پڑھتا اور جمعہ میں نہیں آتا تو اب میں ملتان ہی سے واپس جاتا ہوں۔'' (۱۱)

اس خط میں بادشاہ کی چند خوبیاں بیان کرنے کے بعد اس سے جن باتوں کی شکایت کی ہے وہ بھی غور طلب ہیں، لکھتے ہیں:

''آپ نے قضا کا کام حمید ملتانی جیسے شخص کے سپرد کر رکھا ہے وہ دنیا دار اور اس کے باپ دادا کا پیشہ ہی رباخوری تھا۔ قضا کا کام ''نازک ترین اشغال دین'' میں سے ہے، تم قضائے مملکت کے قاضیوں کی نامزدگی میں احتیاط نہیں کرتے، اس لیے میں نے آگے آنا مناسب نہ سمجھا۔'' (۱۲)

ترکِ حدیث اور اقوالِ رسولa کی خلاف ورزی کی شکایت یوں کرتے ہیں:

''میں نے سنا ہے کہ تمھارے شہر میں احادیث مصطفیٰ کو ترک کیا جاتا ہے اور دانش مندوں کی روایت پر عمل ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ جس شہر میں لوگ حدیث کے باوجود ''روایت دانش منداں'' (فقہا) کی روایت پر عمل کریں۔ وہ شہر تباہ کیوں نہیں ہو جاتا؟ اس پر آسمانی مصائب کیوں نہیں برسنے لگتے؟'' (۱۳)

اس کے بعد علمائے سوء کے اختیارات اور خلافِ شریعت فتوؤں کی شکایت کرتے ہیں:

''میں نے سنا ہے کہ تمھارے شہر میں ''دانش مند بد بخت سیاہ رو'' مسجدوں میں بیٹھتے ہیں اور رشوت لے کر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کی بد دیانتی کی خبریں قاضی کی وجہ سے تم تک نہیں پہنچتیں۔'' (۱۴)

مولانا شمس الدین ترک ابن تیمیہ کے مداح:

مولانا شمس الدین ترک کا تعارف مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے کروایا ہے کہ یہ دراصل مولانا شمس الدین ابن الحریری تھے، جو مصر کے حنفی قاضی تھے اور حضرت امام ابن تیمیہ کی حمایت کے سبب عہدہ قضا سے معزول کر دیے گئے تھے(۱۵)۔اس کی وضاحت حافظ ابن حجر نے بھی کی ہے کہ ابن تیمیہ کی حمایت کرنے والوں کو تکالیف دی گئیں، جن میں شمس الدین ابن الحریری تھے جو مصر کے حنفی قاضی تھے۔انھوں نے ابن تیمیہ کے علم وفضل میں یہ تعریفی کلمات کہے:

أنه منذ ثلاثمائة سنة ما رأى الناس مثله. تین سو سال سے لوگوں نے ابن تیمیہ ایسا شخص نہیں دیکھا۔

جب یہ بات قاضی ابن مخلوف (مخالفِ ابن تیمیہ) تک پہنچی تو انھوں نے ابن الحریری کو معزول کروا دیا۔(۱۶)

یہ وہی ابن الحریری ہیں جنھوں نے کہا تھا:

إن لم يكن ابن تيمية شيخ الإسلام فمن؟(۱۷) اگر ابن تیمیہ شیخ الاسلام نہیں تو پھر کون ہے؟

ایک دفعہ ان کے کسی ساتھی نے پوچھا:**أتحب الشيخ تقي الدين (ابن تيميه)؟**(کیا آپ ابن تیمیہ سے محبت کرتے ہیں؟) انھوں نے جواباً کہا:**نعم! والله لقد أحببت شيئًا مليحًا** (۱۸)(جی ہاں!اللہ کی قسم میں ابن تیمیہ کو بے حد پسند کرتا ہوں اور ان سے محبت کرتا ہوں)۔

مذکورہ بالا بحث کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ مولانا شمس الدین ابن الحریری المعروف بہ شمس الدین ترک (جو کہ ابن تیمیہ کے مداح اور حمایتی تھے) اپنے ساتھ جو چار سو کتب کا ذخیرہ لائے تھے ممکن ہے ان میں ابن تیمیہ کی کتابیں بھی ہوں، اور یہ بھی عین ممکنات میں سے ہے کہ خانوادہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی مولانا شمس الدین فضل اللہ (۱۹) کے پاس قیام کے دوران وہ کچھ کتب ابن تیمیہ چھوڑ گئے ہوں یا کم از کم افکار ابن تیمیہ سے ان کو متعارف کروایا ہو۔

امام ابنِ تیمیہؒ کے تلامذہ کی آمد:

مولانا شمس الدین ابن الحریری کی برصغیر آمد کے بعد امام ابنِ تیمیہؒ کے تلامذہ نے برصغیر کی طرف رخ کیا۔خلجی خاندان کے بعد خاندان تغلق کی سلطنت قائم ہوئی تو سلطان غیاث الدین تغلق کے بیٹے محمد بن تغلق کے عہد حکومت میں امام ابنِ تیمیہؒ کے تلامذہ کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا،ان تلامذہ میں دو شخصیات کے نام ملتے ہیں،جن کی برصغیر آمد ہوئی۔

۱۔عبدالعزیز اردبیلی

عبدالعزیز اردبیلی، جو کہ امام ابنِ تیمیہؒ کے شاگرد تھے، سلطان محمد بن تغلق کے عہد (۷۲۵ھ۔۷۵۲ھ/۱۳۲۵ء۔

(۱۳۵۱ء) میں دہلی تشریف لائے۔ان کے دہلی آنے کا صحیح طور پر علم نہیں ہوسکا کہ کس سال آئے البتہ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دہلی تشریف لائے تھے۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں ان کے دہلی آنے کی تصریح کی ہے۔ابنِ بطوطہ دس سال تک دہلی میں قاضی القضاۃ (chief justice) رہے اور (۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء) کو سلطان کی طرف سے چین میں سفیر کی حیثیت سے گئے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چونکہ ابن بطوطہ کے ہندوستان قیام کے دوران عبدالعزیز اردبیلی ہندوستان آئے تو ان کا سن ورود ابن بطوطہ کے قیام ۷۳۴ھ۔۷۴۳ھ کے دوران ہوا۔(۲۰)

یہ بھی واضح رہے کہ ابن بطوطہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بخوبی واقف تھا اور ابن تیمیہ کے علم وفضل کا معترف تھا۔جب وہ چوبیس سال بعد اپنے وطن واپس لوٹا تو اس نے لکھا:

”وكان بدمشق من كبار الفقهاء الحنابلة تقي الدين بن تيميه كبير الشام يتكلم في الفنون وكان أهل دمشق يعظمونه أشد التعظيم.“(۲۱)

”دمشق میں بہت بڑے حنبلی فقیہ تقی الدین ابن تیمیہ ہیں جو شام کے بہت بڑے فقیہ گردانے جاتے ہیں، جن کی متعدد فنون میں دسترس ہے۔اہل دمشق ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام کرتے ہیں۔“

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں شیخ عبدالعزیز اردبیلی کا دو دفعہ ذکر کیا ہے:

”شیخ عبدالعزیز عظیم فقیہ اور محدث تھے، جنھوں نے دمشق میں ابن تیمیہ، برہان الدین ابن البرکح، جمال الدین مزی اور شمس الدین ذہبی سے علم حاصل کیا۔سلطان محمد تغلق کے دربار میں آئے،اس نے ان کا بہت احترام کیا۔ایک روز اتفاق سے انھوں نے سیدنا عباس h اور بنوعباس کے فضائل میں کچھ احادیث بیان کیں اور کچھ خلفائے بنوعباس کا ذکر کیا، بادشاہ بنوعباس سے محبت رکھتا تھا۔اسے وہ حدیثیں بہت پسند آئیں۔بادشاہ نے عبدالعزیز اردبیلی کی قدم بوسی کی اور حکم دیا کہ سونے کی تھالی میں دو ہزار اشرفی لاؤ اور وہ تھالی بھری بھرائی بادشاہ نے فقیہ کو دے دی۔“

”سلطان کے پاس عبدالعزیز اردبیلی آئے۔انھوں نے علم حدیث دمشق میں حاصل کیا تھا اور اس میں خوب مہارت حاصل کرلی تھی۔ایک دن وہ سلطان کے دربار میں حاضر ہوئے اور سلطان نے ان سے (بنوعباس کے متعلق) احادیث پیش کرنے کا مطالبہ کیا تو انھوں نے اس ضمن میں کافی احادیث بیان کیں تو سلطان آپ کے حافظے سے متاثر ہوا اور اس نے اپنے سر کی قسم کھا کر کہا کہ وہ ہمیشہ ان کو اپنے دربار میں رکھے گا اور آپ کی منشا کے مطابق کام کرے گا۔پھر سلطان اپنے تخت سے اترا اور شیخ عبدالعزیز کی قدم بوسی کی اور سونے کی ایک تھالی لانے کا حکم دیا کہ جس میں سونے

کے ایک ہزار دینار ہوں۔ سو سلطان نے وہ تھالی آپ کے حوالے کر دی۔"

۲۔ سلیمان بن احمد ملتانی معروف بہ علم الدین ملتانی

یہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے خانوادۂ سے تعلق رکھتے تھے اور ابن تیمیہ کے صحبت یافتہ تھے، ان کے متعلق تاریخ فرشتہ میں لکھتا ہے:

> علم الدین (نبیرۂ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی) وہ بزرگ ہیں جو مکہ و مدینہ و مصر و شام وغیرہ میں عرصہ دراز تک رہ آئے تھے۔(۲۴)

یہ دمشق میں قیام کے دوران ابن تیمیہ کی شاگردی میں رہے۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی فرماتے ہیں: "یہی وہ مولانا علم الدین ہیں جو حضرت امام ابن تیمیہ کی صحبتوں میں شریک رہ کر ان کی مصیبتوں، مباحثوں، اور استقامتوں کو بخوبی دیکھ کر ۷۲۱ھ میں ہندوستان واپس آئے تھے"(۲۵)۔ اور یہی علم الدین نبیرۂ (نواسہ) حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ کے صحبت یافتہ اور سلطان محمد تغلق کو سب سے زیادہ بدعات و اوہام پرستی کے قلع قمع پر آمادہ کرنے والے شخص تھے۔(۲۶)

فکر ابن تیمیہ کے اثرات:

ابن تیمیہ کے تلامذہ کی برصغیر میں آمد ثابت ہو جانے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ اس عہد میں افکار ابن تیمیہ کے کس قدر اثرات ہوئے؟ اس سلسلے میں مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی لکھتے ہیں:

> "ہندوستان حضرت امام ممدوح (ابن تیمیہ) کے دائرہ اصلاح و تجدید سے باہر اور بے نصیب نہیں رہ سکتا تھا۔ اس زمانے میں مصر و شام کے اندر یہاں کے لوگوں کا موجود ہونا اور وہاں کے لوگوں کا ہندوستان میں آنا جب کہ تاریخوں اور علماء کے تذکروں سے ثابت ہے تو شرک و بدعت اور اوہام پرستی کے استیصال کی تحریک کا ہندوستان تک پہنچنا ذرا بھی خلاف توقع نہیں بلکہ اس خالص دینی تحریک کا ہندوستان تک جہاں بدعات و مراسم پرستی کے طوفان برپا تھے، نہ پہنچنا سخت حیرت انگیز ہوتا۔" (۲۷)

المختصر یہ کہ محمد بن تغلق کے عہد میں ابن تیمیہ کے تلامذہ کی آمد اور بادشاہ کے دربار میں ان کی پذیرائی سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ فکر ابن تیمیہ سلطان تک پہنچی، مزید اس کی تصدیق کرنے کے لیے یہاں محمد بن تغلق کا تعارف و کردار اور اس کی اصلاحات کا جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ حقیقت حال سے آگاہی ہو کہ کیا ابن تیمیہ کے تلامذہ کی آمد سے محمد بن تغلق کے عہد میں فکر ابن تیمیہ اثر انداز ہوئی؟

محمد بن تغلق کا تعارف و کردار:

محمد بن تغلق (۷۲۵ھ۔۷۵۲ھ/۱۳۲۵ء۔۱۳۵۱ء) اپنے باپ غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔

اس کے متعلق مزید معلومات جاننے سے قبل یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس عہد کے مؤرخین ضیاء الدین برنی اور ابن بطوطہ کی تاریخی کتب کا مطالعہ کرنے سے عمومی طور پر محمد بن تغلق کے متعلق یہ خاکہ بنتا ہے کہ وہ جامع الاضداد، ہندو نواز اور اخلاق وعادات سے عاری شخص تھا۔ جن مؤرخین نے اس کو بہت بڑا ظالم اور سفاک کہا، انہی نے اس کو نیک، عادل، انصاف پسند اور عالم وفاضل شخص لکھا ہے۔ الغرض اصل تصویر پیش کرنا خاصا دشوار ہے۔ لیکن بعد کے مؤرخین، جن میں مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، پروفیسر خلیق احمد نظامی، ڈاکٹر مہدی حسن، ڈاکٹر کنور اشرف وغیرہم نے اس کے متعلق خوب تحقیق کی اور ہم عصر و مابعد تاریخ کا بخوبی مطالعہ کیا اور حقائق کو پیش کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ محمد بن تغلق کے ساتھ ہم عصر مؤرخین نے بہت زیادتی کی ہے۔ چنانچہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:

> ''محمد بن تغلق کے معاملے میں میں نے تن آسانی اور سہل انگاری سے مطلق کام نہیں لیا۔ محمد بن تغلق کے حالات کو ہر ممکن مقام سے تلاش کیا۔ اس کے ہم عہد اور قریب العہد مؤرخین کی کتابوں میں اس کے حالات کو کئی مرتبہ پڑھا، میں اپنے غور وفکر اور وسیع مطالعہ کے بعد ایک ایسے نتیجے پر پہنچا، جس پر پہنچنے کو میرا جی نہیں چاہتا تھا۔ یعنی ضیاء برنی کے دانستہ ونادانستہ طرزِ عمل سے اس عظیم الشان سلطان پر بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔'' (۲۸)

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب (۲۹) میں ''معاصر مؤرخین اور ان کے تعصّبات'' کے عنوان (heading) کے تحت محمد بن تغلق کے معاصر مؤرخین، ضیاء الدین برنی، ابن بطوطہ اور عصامی کا محمد بن تغلق کو برا بھلا کہنے کی وجہ ان مؤرخین کا ذاتی تعصب بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو محمد بن تغلق سے ذاتی مسئلہ تھا۔ مثلاً ضیاء الدین برنی سترہ سال محمد بن تغلق کا ندیم رہا، لیکن اس کے اور سلطان کے خیالات میں بعد المشرقین تھا۔ سلطان مذہب میں عقلیت پسند اور سیاست میں انقلابی تصورات کا حامل تھا۔ اس نے حسب ونسب کے سارے امتیاز ختم کر کے سرکاری ملازمتوں کے دروازے ہر شخص کے لیے کھول دیے۔ جب کہ برنی مذہب میں تقلید اور سیاست میں نسبی امتیاز کا قائل تھا۔ (۳۰)

جب کہ ابن بطوطہ دہلی کا قاضی تھا، قاضیوں نے سلطان کے خلاف بغاوت کر دی۔ ممکن نہیں کہ ابن بطوطہ اس عام بے چینی سے متاثر نہ ہوا ہو۔ غالباً وہ اسی بنا پر قید کیا گیا تھا اور بعد میں چین کی سفارت کے لیے بہانہ کر کے نکلا اور وہاں نہ جا سکنے کی وجہ سے واپس دہلی نہیں بلکہ معبر چلا گیا اور وہاں کے باغی حکمران جلال الدین کی بیوی کی بہن سے شادی کر لی۔

اور عصامی کی عمر سولہ برس کی تھی کہ اس کے بوڑھے دادا عز الدین عصامی کو دکن جانے کا حکم ملا جب کہ ان کی عمر نوے برس سے متجاوز تھی۔ سو پہلی منزل پر ہی وہ وفات پا گئے جس سے عصامی کو سخت صدمہ ہوا اور ہمیشہ کے لیے سلطان سے نفرت ہو گئی۔ بعد میں جب دکن میں بہمنی سلطنت قائم ہوئی تو اس کی ہمدردیاں باغی حکومت کے ساتھ تھیں۔ (۳۱)

پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مطابق محمد بن تغلق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان تینوں معاصر مؤرخین کے زاویہ ہائے

نگاہ اور سماجی تعصّبات پر نظر رکھی جائے اور ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جو لوگ تقلید اور توارث کی زنجیریں توڑ کر حریت فکر وضمیر کے ساتھ مذہب کے مطالعہ کی کوشش کرتے ہیں ان کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ محمد بن تغلق کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ علماء اس سے برافروختہ ہوگئے، قاضیوں نے اس کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔(۳۲)

اس کے باوجود تمام مؤرخین اس کے کردار کے بارے میں مثبت نظریہ رکھتے ہیں کہ محمد بن تغلق حافظ قرآن، عالم وفاضل، پابند شریعت، علوم نقلیہ وعقلیہ کا ماہر، مستعد، جفاکش، دوربین، مستقل مزاج، اُولوالعزم، عادل، مردم شناس، فصیح کلام، قوی حافظہ والا، نیز جدید علوم، تاریخ، ریاضی، طب، نجوم، فلسفہ اور منطق میں دست گاہ کامل رکھنے والا شخص تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لہوولعب، بدکاری، تن آسانی، غفلت، بے حیائی، شراب نوشی، زناکاری سے پاک وصاف انسان تھا۔(۳۳)

محمد بن تغلق کی مذہبی معلومات کے متعلق خلیق نظامی لکھتے ہیں: ''محمد بن تغلق نے علوم دینی کا نہایت وسیع مطالعہ کیا تھا، احکام شریعت کی فلسفیانہ تحقیق نے اس کے اعتقاد ویقین کی بنیادیں مستحکم کردیں۔ سلطان کو قرآن مجید حفظ تھا، ہدایہ کا کامل متن اس کی زبان پر تھا۔ کسی کو نصیحت کرتا تو قرآنی آیت سے استدلال کرتا۔ اذان کے وقت کھڑا ہوجاتا اور فوراً نماز ادا کرتا۔ فجر کے بعد اوراد کرتا، نوافل اور مستحبات میں انہماک، روزہ کا پابند حتیٰ کہ حالت مرض میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھا۔(۳۴)

اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ محمد بن تغلق سے زیادہ مردم شناس شاید ہی کوئی بادشاہ ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہو۔ اس نے ہر شخص کو اس کی قابلیت اور استحقاق کے موافق عہدے اور مرتبے عطا کیے۔(۳۵)

محمد بن تغلق پر فکر ابن تیمیہ کے اثرات:

ابن تیمیہ کے شاگرد عبدالعزیز اردبیلی اور علم الدین ملتانی کی وساطت سے سلطان تک فکر ابن تیمیہ پہنچی اور سلطان نے جو اصلاحات کیں ان میں بھی فکر ابن تیمیہ کی اثر پذیری نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں خلیق نظامی لکھتے ہیں:

> ''سلطان کے بعض اعمال وافکار کا بغور مطالعہ کیا جائے تو امام صاحب کی تحریک کے اثرات واضح طور پر نظر آئیں گے۔ امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) کی تحریک بہت ہمہ گیر تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کی سماج، دین اور سیاست کے ایک ایک گوشے کو قرآن اور سنت کی روشنی میں پرکھا تھا اور اس کی اصلاح کی کوشش کی تھی۔ ان کی کتابوں ''منہاج السنۃ'' اور 'السیاسۃ الشریعۃ'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے امور سیاسی کا نہایت بالغ نظری سے مطالعہ کیا تھا۔ وہ اپنے معاصرین کے دینی شعور میں خلافت وامامت کا صحیح تصور بیدار کرنے کے لیے بے چین تھے۔ ان کی زندگی میں ان کی تصنیفات مصر سے چین تک پھیل گئی تھیں۔ ممکن نہیں کہ محمد بن تغلق جو ممالک اسلامی کی علمی اور دینی تحریکوں سے باخبر رہتا تھا، ان کی کتابوں سے نابلد رہا ہو''۔(۳۶)

سلطان محمد بن تغلق پر فکر ابن تیمیہ کے اثرات دیکھنے کے لیے ان کی درج ذیل اصلاحات پر غور کرنا چاہیے:

ا۔ سلطان ''الدین و الملک تو امان'' (۳۷) (دین اور ملک دونوں جڑواں ہیں) کا قائل تھا۔اس کا مطلب ہے کہ سیاست اور دین کو الگ نہیں کیا جاسکتا، جو کہ ابن تیمیہ کی فکر تھی۔عملی حیثیت سے اس اعتقاد کے معنی یہ تھے کہ عوام کی مذہبی زندگی پر بھی اس کو اقتدار حاصل ہو جو سیاسی زندگی پر اس کو حاصل تھا۔سلطان کی ابوسعد سے خط کتابت سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ دین اور ملک کو لازم وملزوم قرار دیتا ہے۔(۳۸)

جب سلسلہ چشتیہ کے صوفیہ نے اپنے مریدوں کو سرکاری ملازمتوں سے منع کر دیا (۳۹) تو محمد بن تغلق نے ان کو سرکاری عہدے قبول کرنے پر مجبور کیا، اجودھن کے دو معروف صوفی معزالدین اور شیخ علیم الدین کو سرکاری عہدے دیے۔معزالدین کو گجرات بھیجا، لیکن وہ حالات کو کنٹرول نہ کر سکے اور باغیوں کے ہاتھوں مارے گئے (۴۰) شیخ علیم الدین کو شیخ الاسلام کا عہدہ دیا۔(۴۱)

سلطان نے اپنی بیٹی کی شادی معروف صوفی خاندان ناگور میں بھی اسی لیے کی کہ صوفیہ سے سرکاری تعلق بڑھایا جائے۔(۴۲)

امام ابنِ تیمیہؒ کی فکر سے متاثر ہو کر سلطان خلافت راشدہ کے طریقہ کے مطابق دین اور سیاست کو ساتھ لے کر چلنا چاہتا تھا۔وہ دین اور سیاست کی اس خلیج کو پر کرنا چاہتا تھا جو خلافتِ راشدہ کے بعد پیدا ہوگئی تھی۔جس نے ملی زندگی کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اس میں انتشار واشتات کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔تو جب صوفیہ نے سرکاری عہدوں سے انکار کیا تو اس نے خلفاء راشدین ہی کی روایات کا ذکر کر کے سرکاری ملازمتیں قبول کرنے پر مجبور کیا۔

ابن بطوطہ لکھتا ہے: جب بادشاہ محمد بن تغلق نے اقتدار سنبھالا تو اس نے خدمت (یعنی سرکاری عہدے) ماہر قانون صوفیہ اور نیک لوگوں کو دینا چاہے جیسا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا کرتا تھا کہ وہ بہت بڑے عالم کو عہدہ دیا کرتے۔(۴۳) پروفیسر خلیق نظامی لکھتے ہیں: سلطان کی اس بنیادی فکر کو مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے غلط سمجھا اور کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ اس کے متعلق صدہا غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں۔انھوں نے لفظ ''خدمت'' کا غلط استعمال کیا اور کہا کہ سلطان انفرادی خدمت کروانا چاہتا تھا، لیکن سلطان کی منشا ان کو سرکاری عہدے دینا تھا نہ کہ انفرادی خدمت۔(۴۴)

سلطان کہا کرتا تھا: ''ابوبکر وعمر وعثمان وعلی چہ کردہ اند کہ ما نتوانیم کرد'' (۴۵) (ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا کیا ہے جو ہم نہیں کر سکتے)۔اس کا مطلب ہے کہ ہم بھی ان خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چل کر کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔

۲۔ ابن تیمیہ کی منگول یعنی تاتاریوں کے خلاف ہمہ گیر تحریک جہاد جو دمشق تا الجزائر تک پھیلی ہوئی تھی، اس سے سلطان محمد بن تغلق بھی متاثر ہوا اور اس نے اپنا لقب ''ابوالمجاہد'' رکھا ہوا تھا۔اس نے لوگوں کو منگولوں کے خلاف جہاد کرنے کی تلقین کی۔

بقول میر خورد:

''جب سلطان نے ترکستان وخراسان کو فتح کرنا چاہا اور چنگیز خان کے ریلے کو دبانا چاہا تو اس نے

لوگوں کو اکٹھا کیا۔ ان کے درمیان اپنا منبر رکھا اور لوگوں کو جہاد پر اکسانا شروع کیا اور درخواست کی کہ چنگیز خان کے خلاف میری مدد کرو"۔ (۴۶)

۳۔ سلطان نے اسلامی قانون کے اہم رکن "احتساب" کو زبردست انداز میں لاگو کیا، جس پر ابن تیمیہ نے بھی کافی زور دیا ہے، اس نے فرض نماز کی تاکید کی، روزہ کی پابندی کروائی 'شراب پر پابندی لگوائی، (۴۷) نماز پر اس قدر پابندی تھی کہ جو کوئی فرض نماز ادا نہ کرتا یا بوقت نماز بازار میں پھرتا ہوا پایا جاتا تو اس کو سزا دی جاتی۔ اس نے لازم قرار دیا تھا کہ ہر مسلمان نماز اور دین کے ضروری مسائل سیکھے تو حال یہ تھا کہ لوگ بازاروں میں اوراق پکڑے نماز یاد کرتے پھرتے تھے (۴۸)۔ جب سلطان محل میں داخل ہوتا تو غیر محرم عورتیں اس کی نظر سے دور کر لی جاتی تھیں۔ (۴۹)

۴۔ محمد بن تغلق کا تصور خلافت بھی ابن تیمیہ سے متاثر لگتا ہے۔ سلطان کا عقیدہ تھا کہ خلافت سے رابطہ قائم کیے بغیر دینی اور سیاسی زندگی کی تنظیم نہیں کی جا سکتی۔ تمام وہ سلاطین جنھوں نے اس معاملہ میں خلافت کو نظر انداز کیا تھا اس کی نظر میں غاصب کی حیثیت رکھتے تھے، جب تک اسے منشور خلافت حاصل نہ ہو۔ (۵۰)

اسی وجہ سے سلطان نے سکوں پر اپنا نام کندہ کرنے کی بجائے خلیفہ کا نام کندہ کروایا، اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ انھوں نے سکوں کی عبارتیں اپنے پاس موجود سکوں سے نوٹ کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ۷۴۳ھ کے سکوں پر خلیفہ کا نام اس طرح منقوش کرایا' "خلیفة الله المستكفى بالله" اس کے علاوہ خلیفہ عباسی کے پاس اپنا سفیر بھیجا تاکہ خلیفہ کی جانب سے سلطان اپنی بادشاہت کی باقاعدہ اجازت لے تو خلیفہ کے سفیر کی آمد سے قبل سکوں پر خلیفہ کا نام یوں کندہ کروایا' "الامام الاعظم خليفة الله فى العالمين المستكفى بالله امير المؤمنين "۔ سلطان نے اپنے آپ کو خلیفہ کا نائب قرار دے کر اپنی ہر ایک چیز کو خلیفہ کی طرف منسوب کیا اور خلیفہ کی ملکیت قرار دیا، یہاں تک کہ شاہی عمارتوں پر، علموں پر، اور ہر ایک قیمتی چیز پر خلیفہ کا نام کھدوایا۔

جب ۷۴۴ھ میں حاجی سعید حرمزی خلیفہ کی جانب سے ہندوستان آئے تو سلطان نے ان کا شاندار استقبال کیا، سلطان نے تمام خلفائے عباسیہ کے ناموں کو خطبے میں شامل کیا اور اپنے نام کے ساتھ تمام تعظیمی الفاظ والقاب استعمال کرنے کی ممانعت کر کے صرف "سلطان محمد" لکھنا کافی قرار دیا اور خلیفہ سے استدعا کی کہ مصر کے شیخ الاسلام کو ہندوستان بھیجا جائے۔ جب دو سال بعد خلیفہ کی طرف سے شیخ الاسلام مع خلعت اور فرمان لے کر آئے تو اس مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار استقبال کیا گیا اور سلطان نے تمام ارکان سلطنت، تمام سرداران لشکر اور ملوک و امراء کو خلیفہ کی غائبانہ بیعت کی ترغیب دی اور سلطان نے ان سے بیعت کرنے والوں کو انعامات سے نوازا۔ (۵۱)

۵۔ محمد بن تغلق کے بہت سے کام ابنِ تیمیہ کی طرح "تجدید و احیائے دین" پر مبنی تھے۔ وہ تجدید دین کے اصول سے خوب آگاہ تھا، احیاء سنت نبوی میں اس کی دلچسپی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک زمانہ میں اس نے سکوں

پر اپنا لقب ’’محي سنن خاتم النبيين ‘‘ (خاتم النبیینؐ کی سنن کا احیاء کرنے والا) نقش کروایا تھا (۵۲)۔ جب خلیفہ عباسی کا منشور حاصل ہوا تو اس نے قرآن پاک اور مشارق الانوار سامنے رکھ کر لوگوں سے بیعت لی۔ (۵۳)

۶۔ سلطان محمد بن تغلق کا صوفیہ کے متعلق نظریہ بھی ابنِ تیمیہ کی تحریک سے متاثر نظر آتا ہے۔ زیارت قبور، سماع، تصور ولایت، خانقہی نظام وغیرہ میں ابن تیمیہ کے خیالات جو ’’مجموعۃ الرسائل‘‘ میں پڑھے جا سکتے ہیں۔ محمد بن تغلق غالباً ان خیالات سے متاثر ہوا تھا۔ اس نے صوفیہ کے تصور ولایت کے خاتمہ اور خانقہی نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے اپنے دورِ حکومت میں جو کوششیں کیں وہ امام ابن تیمیہ کی تحریک اور تصورات سے بہت مشابہت رکھتی ہیں (۵۴)۔ مثلاً قطب الدین دبیر نے شیخ فخر الدین زرادی کی بے حد تعظیم کی تو سلطان نے اسے ڈانٹا کہ

ایں اعتقادہائے کفر آمیز بگداز (۵۵) (ترجمہ): یہ کفر آمیز اعتقادات چھوڑو۔

سلطان نے صوفیہ کے ساتھ ان معاملات میں اختلاف کیا:

i) ان کا تصور ولایت ii) سرکاری عہدوں سے ان کا انکار

iii) سلطان صوفیانہ لباس کا بہت مخالف تھا اور اہل سیادت و اہل تصوف کا لباس بدل دیتا تھا۔

iv) خانقاہی نظام: سلطان خانقاہی نظام کا مخالف تھا۔ اس نے صوفیہ کو خانقاہوں میں بیٹھنے کی بجائے ملک کے مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے بھیجنا شروع کیا۔ مثلاً مولانا شمس الدین یحییٰ کو کہا: آپ جیسا دانش مند یہاں دہلی میں کیا کر رہا ہے، آپ کو چاہیے کہ کشمیر جاؤ اور وہاں کے بت کدوں میں بیٹھ کر خلق خدا کو اسلام کی دعوت دو۔ (۵۶)

۷۔ ابنِ تیمیہ ریاست میں بسنے والے غیر مسلم (ذمیوں) سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتے تھے، جب عیسائیوں نے ناجائز مسلمانوں کو گرفتار کیا تو ابن تیمیہ نے قبرص کے عیسائی بادشاہ کو خط لکھا:

> ’’ہم وہ لوگ ہیں جو ہر ایک کے لیے خیر کے جویا ہیں، ہماری یہ خواہش بھی ہے کہ خدا تمھیں دنیا اور آخرت کی نیکی سے مالا مال کرے، کیونکہ ایک خداشناس کا فرض ہے کہ وہ اس کی مخلوق کی بھلائی کا طالب ہو۔ میری اس بات کی خود عیسائی بھی گواہی دے سکتے ہیں۔ جب میں نے تاتاریوں سے اسیران جنگ کے رہا کر دینے کی استدعا کی تو شاہ تاتار غازان نے صرف مسلمانوں کو رہا کیا اور مجھ سے کہا: ہمارے پاس عیسائی قیدی بھی ہیں جنھیں ہم قدس سے پکڑ کر لاتے ہیں۔ ان لوگوں کو رہا نہیں کیا جائے گا، میں نے اس سے کہا: نہیں، آپ کو مسلمانوں کے سوا یہودی اور عیسائی قیدیوں کو بھی رہا کرنا چاہیے کیوں کہ وہ ہمارے ذمی ہیں۔ ان کا قید رہنا ہم کسی حالت میں گوارا نہیں کر سکتے، نہ مسلمانوں کے ہاتھوں، نہ غیر مسلمانوں کے ہاتھوں۔ چنانچہ ہم نے عیسائی قیدیوں کو بھی رہا کرا لیا، ہمارے اس عمل اور احسان کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔‘‘ (۵۷)

اس طرح محمد بن تغلق کا غیر مسلمانوں سے اچھا برتاؤ، ابن تیمیہ کے غیر مسلموں سے اچھے برتاؤ کی بازگشت لگتا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ اس کا طرز عمل مثالی تھا۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے معاملہ میں بھی سلطان نے بڑی وسیع النظری کا ثبوت دیا، نگر کوٹ کی مہم کے دوران اس نے مندروں کے انہدام سے خاص طور پر گریز کیا۔ اس نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ ہندوؤں کو حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیا۔ سندھ کا صوبہ اس نے ایک ہندو رتن کے سپرد کیا تھا اور علَم اور نوبت رکھنے کی اجازت، جو بقول ابن بطوطہ صرف بڑے بڑے امیروں کو دی جاتی تھی، اس کو بھی دی تھی۔ (۵۸)

گلبرگہ کا قلعہ بھرن رائے کی نگرانی میں دیا گیا تھا۔ دیوگیر کا نائب وزیر اور دیوان اسلوب کا نگران ایک ہندو، دھارا دھر کو مقرر کیا تھا۔ غرض حکومت کے اعلیٰ ترین عہدوں اور نازک ترین فوجی مہمات پر اس نے پورے اعتماد کے ساتھ ہندوؤں کو مقرر کیا تھا۔

اس طرح عدل وانصاف کے معاملہ میں بھی سلطان نے غیر مسلموں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جس کی مثال قرون وسطیٰ کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ہندو امیر نے بادشاہ پر دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے بلاسبب اس کے بھائی کو مار ڈالا ہے۔ بادشاہ بغیر کسی ہتھیار کے ''پیش قاضی چوں خطا کاران رسید'' (مجرموں کی طرح قاضی کی عدالت میں پیش ہوا) وہاں جا کر سلام کیا۔ قاضی کو پہلے سے حکم تھا کہ جب بادشاہ آئے تو کھڑا نہ ہو۔ قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ امیر کو راضی کرے ورنہ قصاص کا حکم ہوگا۔ بادشاہ نے جب امیر کو راضی کر لیا تو قاضی نے اس کو بری کر دیا۔ (۵۹)

۸۔ سلطان اپنے آپ کو ''سلطان العادل'' کہلاتا تھا۔ اس نے ۷۲۷ھ میں سکوں پر یہ عبارت لکھوائی تھی: ''**فی زمن السلطان العادل محمد بن تغلق شاہ دامت سلطنته**'' (۶۰) یہ بھی ابن تیمیہ کی سلطان یا امیر کے لیے تین ضروری شرائط میں سے ایک شرط ہے کہ امام عادل ہونا چاہیے۔ (۶۱)

۹۔ فکر ابن تیمیہ میں اسلامی فقہ کے اصول ''اجتہاد'' کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ محمد بن تغلق اس اصول سے بخوبی آگاہ تھا کہ وہ خود حافظ قرآن تھا اور فقہ میں خاصی دلچسپی رکھتا تھا کہ ہدایہ اس کی نوک زبان پر تھی۔ فقہاء کی بڑی تعداد اس کے گرد موجود رہتی تھی۔ وہ دیگر اسلامی ممالک سے فقہ کی کتابیں حاصل کرنے کی جستجو میں رہتا تھا، وہ کسی بھی فیصلہ سے پہلے فقہا وعلما سے خوب بحث کرتا۔ پھر اس کی منظوری دیتا۔ سلطان اپنے آپ کو اجتہا دشخصی کا مجاز سمجھتا تھا۔ اس قسم کا دعویٰ اس نے صریحاً کسی جگہ نہیں کیا لیکن اس کے اعمال وکردار میں یہ جذبہ پوری طرح متحرک نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین اور سیاست کے متعلق اس کے بنیادی تصورات اجتہادی فکر کا سہارا لیے بغیر بروئے کار نہیں لائے جا سکتے تھے۔ مؤرخ برنی نے جس چیز کو ''تحکمات مجدد'' سے تعبیر کیا ہے وہ سلطان کی مجتہدانہ فکر کی پیداوار تھی۔ (۶۲)

۱۰۔ سلطان دیوگیر میں اسلامی تمدن کا ایسا مرکز قائم کرنا چاہتا تھا جہاں سے اسلام کی شعائیں دکن کے گوشہ گوشہ میں پہنچ سکیں۔ دیوگیر کے سکوں پر ''قبۂ دین اسلام'' کھدا ہوا ہے۔ بدرالاسلام، دارالاسلام، وغیرہ الفاظ تو عموماً سکوں پر

ملتے ہیں۔اس سکہ میں ''دین'' کا لفظ خاص طور پر قابل غور ہے۔اس کی اہمیت اس صورت میں اور بڑھ جاتی ہے جب یہ بھی پیش نظر رہے کہ سلطان نے سکوں کے ذریعے اپنا پیغام عوام تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔(۶۳)

۱۱۔ ابن تیمیہ حکومتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت کو صحیح نہیں سمجھتے۔تو جب محمد بن تغلق کے خلاف مذہبی جماعتوں نے بغاوت کی تو ابن تیمیہ کی فکر سے محمد بن تغلق کو اخلاقی مدد ملی۔انھوں نے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سکوں پر سلطان کی عظمت کو واضح کرنے کے لیے الفاظ کندہ کروائے۔''جس نے سلطان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول a کی اطاعت کی اور اُولی الامر کی اطاعت کی۔''(۶۴)

۱۲۔ محمد بن تغلق نے تمام قسم کے نسلی امتیازات کا خاتمہ کردیا۔اس نے ان لوگوں کو عہدے دیے جو معاشرہ میں ذلیل اور اسفل سمجھے جاتے تھے۔اس کے نزدیک انتخاب کا معیار صرف صلاحیت اور کارکردگی تھا۔جس کی وجہ سے ہندوؤں میں معروف چھوٹی اقوام کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔محمد بن تغلق نے ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر ان کو منصب بھی دیے۔مثلاً:

تلنگانہ کے راجہ ''رردریو'' کے ایک ہندو نوکر (کنّو) کو جو اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا تھا، اول ''قوام الملک'' کا خطاب دے کر ملتان بدایوں کا گورنر اور آخر میں ''خاں جہاں'' کا خطاب دے کر صوبہ گجرات کا نائب السلطنت مقرر کیا۔عزیز الدین نامی نومسلم کلال کو اس کی دینی و دنیوی قابلیتوں کا اندازہ کر کے عزیز الملک کا خطاب دیا(۶۵)۔سلطان اسلام کے نظام مساوات سے بخوبی واقف تھا۔تاریخ نویسوں نے اس کے اس عمل کو فلسفیانہ اثرات سے تعبیر کیا ہے جب کہ یہ صرف فکر ابن تیمیہ کی وجہ سے تھا۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر میں ابن تیمیہ کی فکر ان کی زندگی ہی میں پہنچ چکی تھی۔علاؤالدین خلجی کے دور میں ابن تیمیہ کے معترف مولانا شمس الدین ابن الحریری ہندوستان آئے، وہ اپنے ساتھ ذخیرہ کتب لائے۔اس کے بعد محمد بن تغلق کے عہد میں ابن تیمیہ کے تلامذہ کی آمد ہوئی۔سلطان نے ان کی بے حد تعظیم کی اور سلطان کی جو اصلاحات مفصلاً بیان کی گئی ہیں وہ بھی افکارِ ابنِ تیمیہ سے کافی مماثلت رکھتی ہیں۔یقیناً بادشاہ نے یہ کام فکرِ ابنِ تیمیہ سے متاثر ہو کر کیے تھے۔

مراجع وحواشی

(۱) نظامی، خلیق احمد، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۱۵۶، مطبوعہ الجمعیۃ پریس باہتمام ندوۃ المصنفین، دہلی، طبع اول ۱۹۵۸ء/۱۳۷۷ھ

(۲) محمد اکرام، شیخ، آب کوثر، ص ۱۰۷، ۱۰۸، ادارہ ثقافت اسلامیہ، تیئیسواں ایڈیشن، جون ۲۰۰۶ء

(۳) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۸۲ (۴) ایضاً ص ۱۸۷، ۱۸۹ (5) ایضاً ص ۱۹۰، ۱۹۴

(۶) ایضاً ص ۲۰۰، ۲۰۴

(۷) ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ،۲/۱۴۸، اسلامک پبلیکشنز، لاہور پانچویں اشاعت، جنوری ۱۹۹۲ء

(۸) برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، ڈاکٹر سید معین الحق (مترجم)، ص ۳۲۸ ۔۳۳۱، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، بار اول ۱۹۶۹ء

(۹) اس زمانے میں ہندوستان کے اندر مصری و رومی لوگوں کو حکومت سلجوقیہ کی وجہ سے ترک کہا جاتا تھا۔ (نجیب آبادی، اکبر شاہ خان، آئینہ حقیقت نما، ص ۴۳۱، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، طبع سوم نومبر ۱۹۸۳ء)

(۱۰) تاریخ فیروز شاہی، ص ۴۳۶؛ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۲۴۱۔۲۴۳، آئینہ حقیقت نما، ص ۴۳۱، مقالات سلیمان ۲/۷، آب کوثر، ص ۱۶۸　(۱۱) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۲۴۱

(۱۲) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۲۴۲، تاریخ فیروز شاہی، ص ۴۳۸　(۱۳) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۲۴۲

(۱۴) ایضاً، ص ۲۴۳　(۱۵) آئینہ حقیقت نما، ص ۴۳۱

(۱۶) العسقلانی، ابن حجر، الدرر الکامنة في أعيان المائة الثامنة، ج ۱، ص ۱۴۷، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية الكائنة فی الھند حیدر آباد، دکن، الطبعة الاولى، ۱۳۴۸ھ

(۱۷) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: **البداية والنهاية**، ج ۱۴، ص ۱۴۲، دار الكتب العلميه، الطبعة الثالثة، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

(۱۸) الدرر الکامنة فی أعيان المائة الثامنة، ج ۵، ص ۳۲۰

(۱۹) جن کے پاس مولانا شمس الدین ابن الحریری نے ملتان میں ایک عرصہ قیام کیا۔

(۲۰) الفریوائی، عبدالرحمن بن عبدالجبار، الدکتور (مرتب)، بحوث الندوة العالمية عن شيخ الإسام ابن تيميه واعماله الخالدة، دار الصميعی، الرياض، الطبعة الثانية ۱۹۹۷ء، ص ۲۳۲

(۲۱) ابن بطوطة، محمد بن عبدالله بن محمد، ابو عبدالله، تحفة النظار في غرائب الأمصار وعجائب الأسفار (رحلة ابن بطوطة)، ج ۱، ص ۶۸، المطبعة الخيرية، الطبعة الأولى ۱۳۲۲ھ

(۲۲) ایضاً: ۵۲/۲　(۲۳) ایضاً: ۱۶۲/۱

(۲۴) فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، عبدالحی خواجہ (مترجم) ج ۱ ص ۴۳۷، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت دوم ۱۹۷۴ء

(۲۵) آئینہ حقیقت نما ص ۴۴۱　(۲۶) ایضاً ص ۴۳۳　(۲۷) آئینہ حقیقت نما، ص ۴۳۰

(۲۸) ایضاً ص ۴۱۷　(۲۹) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات　(۳۰) ایضاً ص ۳۲۵

(۳۱) ایضاً، ص ۳۲۴ ۔۳۲۶　(۳۲) ایضاً ص ۳۲۴

(۳۳) سلطان کے خصائل کو تفصیلاً دیکھیے (i) تاریخ فیروز شاہی، عنوان: السلطان المجاہد، ابوالفتح محمد شاہ السلطان ابن تغلق شاہ، ص ۶۵۲ ۔ ۶۵۶ (ii) تاریخ فرشتہ، عنوان: سلطان محمد تغلق کا کردار، علم نوازی ۱/ ۴۲۶۔۴۲۷ (iii) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۳۲۲۔۳۸۶ (iv) آئینہ حقیقت نما، ص ۴۰۸۔۵۳۳

(۳۴) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۳۲۹　(۳۵) آئینہ حقیقت نما، ص ۴۴۹

(۳۶) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۳۳۶ ۔۳۳۷

(۳۷) امیر خورد، محمد مبارک علوی کرمانی، سید، سیر الاولیاء، اعجاز الحق قدوسی (مترجم)، ص ۱۹۶، مطبع محبّ ہند فیض بازار دہلوی، ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء

(۳۸) Nizami, Khaliq Ahmad,"The impact of Ibn Taimiyya on South Asia", p- 126, Journal of Islamic Studies,Oxford University,1990

(۳۹) تفصیل کے لیے دیکھیے:

Nizami, Khaliq Ahmad, Early Indo-muslim mystics and their attitude towards the state, P 120-149 ,Islamic Culture xxii-xxiv (october 1948)

(۴۰) سیر اولیاء، ص۳۳۵　　(۴۱) ایضاً ص۳۳۵۔۳۳۶

(۴۲) Nizami, Khaliq Ahmad, Some documents of Sultan Muhammad bin Tughluq, P- 307, Medival, India, A Miscellancy, Asia Publishing house Bomby, 1969.

(۴۳) ابن بطوطہ، سفر نامہ، رئیس احمد جعفری (مترجم)، ج۲، ص۹۹ نفیس اکیڈمی کراچی، طبع چہارم ۱۹۸۲

(۴۴) Impact of Ibn Taimiyya on South Asia p 127-

(۴۵) حسینی، محمد اکبر، سید، جوامع الکلم، ص۱۷۵۔۱۷۶، انتظامی پریس، خانپور، (انڈیا) طبع ۱۳۵۶ھ

(۴۶) سیر الاولیاء (اردو)، ص ۴۲۷۔۴۲۸　　(۴۷) تاریخ فیروز شاہی، ص۶۵۴

(۴۸) سفر نامہ ابن بطوطہ (اردو) ۱۰۴/۲　　(۴۹) تاریخ فیروز شاہی، ص۶۵۵

(۵۰) ایضاً ص۷۰۰　　(۵۱) دیکھیے آئینہ حقیقت نما، ص۵۰۷۔۵۰۹

(۵۲) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص۳۲۰　(۵۳) تاریخ فیروز شاہی، ص۶۹۵

(۵۴) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۳۳۷　　(۵۵) سیر الاولیاء، ص۲۷۳　　(۵۶) ایضاً، ص۲۲۸

(۵۷) ابن تیمیہ، أحمد بن عبدالحلیم، الرسالة القبرصية، ص۲۲　　(۵۸) سفر نامہ ابن بطوطہ، ۱۰۰/۲

(۵۹) ایضاً ۱۰۳/۲۔۱۰۴　　(۶۰) آئینہ حقیقت نما، ص۵۰۸

(۶۱) ابن تیمیہ، أحمد بن عبدالحلیم، منهاج السنة النبوية فی نقص كلام الشيعة والقدرية، ج۲، ص۹۰، الطبعة الاولىٰ، المطبعة الكبرى الاميرية، بولاق، مصر ۱۳۲۱ھ

(۶۲) دیکھیے سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص۳۳۴　　(۶۳) ایضاً ص۳۴۲

(۶۴) The Impact of Ibn Taimiyya on South Asia" P 133

(۶۵) دیکھیے آئینہ حقیقت نما، عنوان: "نومسلموں کی عزت افزائی" ص۵۱۵۔۵۱۹